خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

میلاد النبی ﷺ 2005 ئ

ACD 16

Track - 1

70:14

''غیب کیا ہے؟''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تھوڑا سا توقف اس لئے ہوا کہ اوپر سیڑھیاں چڑھنے میں سانس پھول گیا ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تلاوت سورة فاتحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تلاوت سورة احزاب (ان اللہ و ملائکة ......)

درود ابراہیمی

نہایت تحمل اور صبر کے ساتھ آپ نے میلاد النبی کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ مکالمے کی صورت میں سنی۔ بیچ بیچ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہدیہ نعت پیش کیا گیا۔ یہ ایک جداگانہ میلاد کا ایک طریقہ ہے۔ جو الحمد للہ مدیر روحانی ڈائجسٹ وقار یوسف عظیمی نے متعارف کرایا ہے۔ اب تک کے جتنے بھی محافل میلاد النبی ﷺ میں مجھے حاضر ہونے کا شرف نصیب ہوا ہے اس میں یہی بات سامنے آئی ہے کہ نعت خواں حضرات ، ثناء خوانان رسول ﷺ ، حضور اقدسﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ نعت پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد سلام اور دعا کے بعد محفل اختتام کو پہنچ جاتی ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ پر ہدیہ درود و سلام بھیجنا اور نعت پڑھنا اور حضور کے شان اقدس میں مدح سرائی کرنا اور قصیدہ پڑھنا بہت بڑی نیکی، سعادت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ لیکن میں یہ دیکھتا ہوں اور آپ حضرات بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ محفل میلاد ﷺ کی جس طرح پذیرائی ہوتی ہے اور جس طرح آرائش و زیبائش پر لوگ دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جس طرح ثناء خوان رسول ﷺ یعنی نعت گو حضرات و خواتین اپنے دلی جذبات کا اظہار فرماتے ہیں اس سے یقینا ہماری روح بھی سیراب ہوتی ہے ہمارے اندر جذبات و احساسات میں تلاطم بھی پیدا ہوتا ہے ﷺ یقینا دل میں گداز بھی پیدا

ہوتا ہے ۔ بہت سارے لوگ اچھا شعر سن کے ان کے اندر اتنا گداز پیدا ہوتا ہے کہ
ان کی آنکھیں شبنم بکھیرنے لگتی ہیں۔ یہ سب کچھ ہے۔ لیکن چودہ سو سال
کے عرصے میں عید میلاد النبی ﷺ کا سلسلہ قائم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت
طیبہ کے وہ پہلو جس سے ہم سب واقف ہیں اس طرح اجاگر نہیں ہوتے کہ
رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ ہمارے اندر نافذ ہوجائے اور ہم اس پر عمل کرنے
لگیں۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں یہ بات یہ آتی ہے کہ ہم جتنے بھی لوگ
رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں مدح سرائی کرتے ہیں مدح سرائی زبانی زیادہ
ہے اور قلبی کم ہے۔ یعنی اقرار باللسان تو ہے تصدیق بالقلب نہیں ہے۔ اگر ان
محافل میں ہدیہ نعت کے ساتھ ساتھ ، ہدیہ درود و سلام کے ساتھ ساتھ رسول
اللہ ﷺ کی عملی زندگی کی تفسیر ہم بیان کریں اور وہ تفسیر ہمارے اندر
موجود ہو تو یقینا یہ اتنے بڑے بڑے اجتماع امت مسلمہ کے لئے بہت بڑا اعزاز ہی
نہیں بلکہ امت مسلمہ کی زوال کو بدل کر عروج کا باعث بن سکتے ہیں۔ رسول
اللہ ﷺ کی تعلیمات وہی تعلیمات ہیں جو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی
تعلیمات ہیں۔ حضرت آدم سے نبوت شروع ہوئی زمین پر انسانوں کی اور
حضرت محمد ﷺ پر نبوت کا اختتام ہوا۔ جتنے انبیائے کرام تشریف لائے تقریباً سب
ہی نے حضور ﷺ کے آمد کی بشارت دی اور یہ فرمایا کہ ہمارے بعد ایک اور بندے
آئے گا جو نجات دہندہ ہوگا۔ جو نوع انسانی کو اس کے مرتبے سے اس کی زندگی
کے اصل مقصد سے اور اس کی اصل سے واقف ہونے کے لئے ایسے علوم بیان کرے
گا کہ جن علوم کی بنیاد پر انسان اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن
کریم کی جو تعلیمات ہیں اگر ان کو مختصر طور پر اس کی سمری بیان کی
جائے تو نظر یہ آتا ہے کہ قرآن پاک میں تین علوم بیان کئے گئے ہیں۔ ایک علم
شریعت کا علم ہے۔ یعنی انسان کا رہن سہن کیا ہو، معیشت کس طرح کی
ہو، معاشرت کیا ہو، آپس کے حقوق کیا ہیں، اللہ کے حقوق کیا ہیں۔ اور ایک
حصہ تاریخ کا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے رہے۔ انہوں نے اللہ
کا پیغام پہنچایا ایک ہی پیغام اللہ وحدہ لاشریک ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت
کے لائق نہیں ہے۔ اور جو لوگ اللہ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں اللہ کی عبادت
کرتے ہیں اللہ کی پرستش کرتے ہیں اللہ کے علاوہ کسی کو معبود اور خالق
نہیں مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس ان کا اجر ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی وحدانیت
میں، اللہ کی ربوبیت میں ، اللہ کی خالقیت اور مالکیت میں ، حاکمیت میں میل
کرتے ہیں ، ملاوٹ کرتے ہیں، یعنی شرک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لئے
عذاب کی بشارت ہے۔ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہی تعلیم ہے۔ اور
تاریخ کے حوالے سے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے عاد و ثمود، نوح، لوط علیہ
السلام اور دوسرے پیغمبران کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے دے کر یہ بتایا
ہے کہ ان کی امتوں نے شرک کو نہیں چھوڑا۔ ان کی امتوں نے اللہ وحدہ
لاشریک کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ ان کو تباہ کردیا گیا، برباد کردیا گیا۔ ایسی
آندھیاں اور ہوائیں چلیں کہ انہوں نے انسان کو اتنا اٹھایا اور اتنا پٹخا ، اتنا اچھالا ،

اتنا گرایا کہ انسان کے جسم کھجور کے تنے کی بکھرے کی طرح انسان کے جسم بکھر گئے۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ فرعون نے سرکشی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو روکا اس نے نہیں مانااللہ تعالیٰ نے کبھی سارا پانی خون کردیا۔ کبھی جوئیں بے تحاشہ ہوگئیں۔ مقصدیہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے عذاب ان کے اوپر مسلط کئے کہ وہ ان عذاب کو بھی نہیں سمجھ سکے بلکہ انہوں نے اس عذاب کا بھی مذاق اڑایااور پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کو مع اس کی فوج کے سمندر میں غرق کردیا۔ یہ ایک مسلسل قرآن پاک کا ایک اسلوب بیان ہے کہ پہلے یہ ہے کہ آپ بحیثیت انسان کے حیوانات سے کس طرح ممتاز ہیں۔ بحیثیت انسان کے آپ کو زندگی کس طرح گزارنی چاہئے۔ دوسرے یہ کہ جن انسانوں نے اللہ کی نافرمانی کی ان کا کیا حشر ہوا اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی ان کے اوپر اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے انعامات نازل فرمائے۔ یعنی ایک حصہ قرآن پاک کا رہن سہن سے متعلق ہے، معاشرت سے متعلق ہے۔دوسرا حصہ تاریخ سے متعلق ہے۔ اور تیسرا حصہ قرآن کا معاد سے متعلق ہے۔ معاد سے مراد یہ ہے کہ غیب کی دنیا کیا ہے؟ غیب کی دنیا کیا ہے کیا انسان غیب کی دنیا سے واقف ہوسکتا ہے؟ اور کس حد تک غیب کی دنیا سے واقف ہونے کے بعد وہ غیب الغیب اللہ تک رسائی حاصل کرسکتا ہے؟ تو آج کا جو میرا موضوع ہے وہ معاد ہے یا غیب کی دنیا کیا ہے؟ تو ہم وہ انسانی زندگی کے پہلے دور سے شروع کرتے ہیں۔ ہر انسان جو اس دنیا میں موجود ہے وہ چھوٹا ہے، بڑا ہے، ضعیف ہے، کمزور ہے، طاقتور ہے، وہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر انسان کی پیدائش واقع نہ ہو تو انسان کا وجود اس دنیا میں نہیں ہوگا۔تو اس پیدائش کے پہلے مرحلے میں اگر ہم غور و فکر کریں اور تفکر کریں تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ کوئی بھی انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو وہ غیب کی دنیا سے منتقل ہوکر یہاں آتا ہے۔ دیکھئے نہ اب انسان آپ کہتے ہیں کہاں اللہ میاں نے انسان کو پیدا کیا اس کے اندر روح آگئی اور روح جب آئی تو بچہ جو ہے اس دنیا میں حاضر ہوگیا تو اب جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان جو ہے روح کے بغیر کچھ نہیں ہے۔ تو لامحالہ ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انسان کی روح غیب کی دنیا سے یعنی عالم ارواح سے اس دنیا میں منتقل ہوئی ہے۔ اسی صورت سے جب ہم مرنے کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں بھی ہماری یہی صورت ہے کہ انسان غیب کی دنیا میں کہیں چلا جاتا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ جب ہم مرنے کا ذکر کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہر گز نہیں ہوتے کہ انسان فنا ہوگیا۔ مثلاً حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم قبرستان جاؤ تو کہو السلام علیکم یا اہل القبور۔اے قبر میں رہنے والو تم پر سلامتی ہو۔ اور حضور پاک ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم قبرستان جاکر سلام کرتے ہو قبرستان میں رہنے والی روحیں تمہارا سلام سنتی ہیں اور تمہارے سلام کا جواب دیتی ہیں۔ اسی صورت سے حضور پاک ﷺ مکہ معظمہ جاتے ہوئے جب بدر کے مقام پر انہوں نے قیام فرمایا تو وہاں اجتماعی

قبرستان جو مشرکوں کا تھا وہاں حضور ﷺ تشریف لے گئے اور انہوں نے کہا اے
مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا نصرت اور فتح کا میں نے تو
وہ دیکھ لیا ہے ۔ اے مشرکین مکہ کیا اللہ تعالیٰ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا تم نے
بھی دیکھ لیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لوگ مرکھپ گئے
ہیں کیا یہ سنتے ہیں؟ تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا یہ تم سے زیادہ سنتے ہیں اور
جواب بھی دیتے ہیں لیکن تمہارے کان ان کی آوازیں نہیں سنتے۔ تو اس کا
مطلب یہ ہوا یہ بات ذہن میں رکھئے گا کہ میرا عنوان آج کا جو ہے معاد ہے۔
معاد معنی غیب کی دنیا کیا ہے۔ صحابہ کرام نے جب سوال کیا تو حضور نے
فرمایا یہ سنتے ہیں، سمجھتے ہیں ، جواب دیتے ہیں، لیکن تم لوگوں کے اندر ابھی
اتنی استعداد اور سکت نہیں ہے تمہارے شعور میں کہ تم ان لوگوں کی بات سن
سکو۔ تو اب یہ جو غیب کی دنیا ہے اس کے سلسلے میں جب ہم قرآن کا
مطالعہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ جہاں بھی جزا کا تذکرہ کرتے ہیں ، جہاں بھی سزا
کا تذکرہ کرتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ تمہیں اس دنیا سے جانا ہوگا۔ مرنا ہوگا۔
مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہم کردیں گے تم کو۔ پھر جگہ جگہ اللہ تعالیٰ یہ
فرماتے ہیں کیا تم اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ جس طرح ہم نے تمہیں یہاں
اس دنیا میں پیدا کردیا ہم مرنے کے بعد دوبارہ تمہیں پیدا نہیں کردیں گے؟ سارا
قرآن اسی پہ ہے۔ موت و حیات کہ اللہ پیدا کرتا ہے، اللہ مارتا ہے، اللہ پھر
زندہ کرے گا ۔ اللہ زندہ کرکے جو کچھ تم اس دنیا میں کیا ہے اس کا حساب و
کتاب لے گااللہ تعالیٰ اگر تم نے اچھے اعمال کئے ہیں تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔
اللہ تعالیٰ اگر تم نے اچھے اعمال نہیں کئے تو تم سزا کے مستحق قرار پاؤگے۔ یہ
ایک ابتدائی بات ہے۔ اس کو ایک دفعہ پھر آپ دہرالیں کہ جب انسان پیدا ہوتا
ہے میں آپ سب حضرات سے سوال کرتا ہوں آپ سب اس کا جواب دیں جب
انسان پیدا ہوتا ہے وہ کہاں سے آتا ہے؟ انسان جب پیدا ہوتا ہے وہ کہاں سے آتا
ہے؟ جی؟ زور سے بولیں سارے بولیں۔انسان جب پیدا ہوتا ہے غیب سے آتا ہے۔
اور انسان جب مرتا ہے تو کہاں چلا جاتا ہے؟ اچھا اب انسان کا ایک بچہ ہے اس
کی عمر چھ دن ہے۔ جب وہ ساتویں دن میں داخل ہوتا ہے یعنی سات دن کا
بچہ ہوتا ہے تو اس کے چھ دن کہاں چلے جاتے ہیں؟ جی؟ اس کے چھ دن غیب
میں چلے جاتے ہیں۔ جب وہ سال بھر کا ہوتا ہے تو اس کے ایک سال کے تین سو
پینسٹھ دن کدھر چلے گئے کہاں غائب ہوگئے؟تو آپ یہی کہیں گے غیب میں چلے
جاتے ہیں۔ تو اب اگر ہر انسان اپنی زندگی کا تجزیہ کرے تو اس کو یہی نظر آتا
ہے کہ ایک دن کا بچہ اس وقت تک دو دن کا نہیں ہوسکتا جب تک اس کا ایک
دن غائب نہ ہوجائے۔ ایک مہینے کا بچہ اس وقت تک ایک مہینے کا نہیں ہوسکتا
جب تک اس کے تیس دن غیب نہ ہوجائیں۔ اور دس سال کا بچہ اس وقت تک
دس سال کا نہیں ہوسکتا جب تک اس کے دس سال غیب میں نہ چھپ جائیں۔
یہی حال جوانی کا ہے، بوڑھاپے کا ہے، اور اس کے بعد اس دنیا سے رخصت ہونے
کا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرا و من

یعمل مثقال ذرۃ شر یرا ... کہ اگر تم نے یہاں ایک ذرہ برابر نیکی کی ہے تو اللہ کے پاس اس کا ریکارڈ موجود ہے۔ اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یراو من یعمل مثقال ذرۃ شر یرا ...اور اگر تم نے ایک ذرہ برابر شر کیا ہے ، فساد کیا ہے ، اللہ کی نافرمانی کی ہے ، اللہ کے رسول کا حکم نہیں مانا ہے تو وہ بھی اللہ کے پاس ریکارڈ ہے اور اس کی تمہیں سزا دی جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب تم حشر میں اٹھوگے تو تمہارے نامہء اعمال تمہارے پاس ہوں گے اور اگر تم اپنے اعمال سے مکرنے کی انکار کرنے کی کوشش کرو گے تو تمہارے ہاتھ گواہی دیں گے کہ تم نے کسی آدمی کو خیرات کرکے اس کو روٹی کھلائی تھی۔ تمہارے ہاتھ اس بات کی گواہی دیں گے کہ تم نے کسی آدمی کے گھر چوری کی تھی تمہاری زبان اس بات کی گواہی دے گی کہ تم نے کسی آدمی کی دل آزاری کی تھی اور تمہاری زبان اس بات کی گواہی دے گی کہ تم نے کسی آدمی کی خیریت پوچھ کر اس کے سامنے اچھی بات کرکے ، خوش الحانی سے بات کرکے ، مسکراکے اس کی طبیعت پوچھ کے ، اس کی طبیعت میں ایک سرور پیدا کیا تھا، الفت پیدا کی تھی، اس کا آپ کو اجر ملے گا۔ تو یہ جو اس وقت جو ہماری دنیا ہے اس دنیا کی مجموعی آبادی جتنی ہے ، چھ ارب آبادی بتائی جاتی ہے ۔ چھ ارب آبادی کے بارے میں اگر کوئی آدمی مجھ سے سوال کرے کہ چھ ارب کی آبادی کہاں سے آئی تو اس کا ایک ہی جواب ہوگا چھ ارب کی آبادی عالم ارواح سے آئی ۔ وہاں ان کی روحیں جمع تھیں وہ روحیں اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھیج دیں اور عالم ارواح کے بارے میں آپ کیا کہیں گے کہ صاحب وہ عالم غیب ہے۔ اگر آپ سے کوئی یہ سوال کرے چھ ارب انسانوں کی آبادی مرنے کے بعد کہاں چلی جاتی ہے، کہاں غائب ہوجاتی ہے، ہمیںنظر کیوں نہیں آتی تو اس کا ایک ہی جواب ہوگا کہ مرنے کے بعد آدمی عالم اعراف میں یعنی غیب میں چلا جاتا ہے۔ ہمارے ماہ و سال، ہمارے دن، ہمارے منٹ ، ہمارے گھنٹے سب کے سب غیب سے آرہے ہیں اور غیب میں واپس جارہے ہیں۔ قالوا ان للہ و ان الیہ راجعون ... کہہ دیجئے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے آرہی ہے اور ہر چیز اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اللہ غیب ہے۔ غیب الغیب ہے۔ تو قرآن پاک میں یہ تیسرا باب ہے معاد کا ۔اس تیسرے باب کو اگر ہم غور سے پڑھیں تو سارے مسائل کا حل ہمارے سامنے آجاتا ہے ۔ مثلاً ایک سائنٹسٹ ہے ، ایک سائنٹسٹ ہے وہ موبائل بناتا ہے۔ آپ غور کریں کہ موبائل بنانے کا خیال اس کے دماغ میں کہاں سے آتا ہے۔ موبائل بنانے کا خیال اس کے دماغ میں کہاں سے آتا ہے؟

غور کریں۔ آپ کو نظر آتا ہے جہاں سے خیال آتا ہے؟ موبائل کو موبائل ہو یا ٹیلی فون ہو یا سائنس کی کوئی بھی ایجاد ہوجب تک کسی چیز کے بنانے کا خیال نہیں آئے گا وہ چیز نہیں بنے گی۔ اور جو خیال جہاں سے آرہا ہے اس کے بارے میں ہمیں کوئی علم اسی طرح نہیں ہے جس طرح ہمیں اس بات کا علم نہیں ہے ہم پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھے اور اس دنیا میں کہاں سے آئے اور مرنے کے

بعد ہم کہاں چلے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر خیال غیب سے آرہا ہے
اور اس کی تکمیل ہوتی ہے اور اس کی تکمیل ہونے کے بعد پھر وہ غیب میں
چلی جاتی ہے۔ آج جو آپ کو ترقی نظر آرہی ہے دنیا میں اس سے پہلے دنیا میں
اس سے بہت زیادہ ترقی ہوچکی ہے۔ لیکن تاریخ جب ہم پڑھتے ہیں وہ دنیا کی
ساری ایجادات اور دنیا کی ساری ترقیاں غیب ہوگئیں۔ پتہ ہی نہیں ان کا کدھر
چلی گئیں۔ آثار قدیمہ جاکے آپ دیکھیں۔وہ تاریخ جب اس کی تاریخ کا جب
مطالعہ کرتے ہیں تاریخ کا تو پتہ چلتا ہے اچھا ایسی ایسی قومیں پیدا ہوئی تھیں
جو پہاڑوں کو تراش کے گھر بنالیتی تھیں۔ لیکن اب ان قوموں کا کہیں وجود
نہیں ہے۔ ایسی ایسی قومیں پیدا ہوئی تھیں جنہوں نے عجیب و غریب قسم کے
ہتھیار بنائے تھے آج ان قوموں کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ تو انسان کی پیدائش اور
انسان کی موت اور انسان کا روز بڑھنا اور انسان کا روز گھٹنا انسان کا ہر دن نیا
پیداہونا اور ہر دن غیب ہوکر دوسرا دن ظاہر ہونا یہ سارا کا سارا غیب کے اوپر
مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی غیب ہیں۔ اللہ کے فرشتے بھی غیب ہیں۔جنات کی
مخلوق بھی غیب ہے۔ ...(آواز غائب ہے) ...ہ جو چیزیں معدنیات موجود ہیں جب
تک ہم انہیں تلاش نہ کریں اس وقت تک وہ سب کا سب ہمارے لئے غیب ہے۔
غیب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے دنیا میں بھیجا ہے تاکہ
وہ غیب کی دنیا سے واقف ہوں اور جب تک کوئی انسان غیب کی دنیا سے واقف
نہیں ہوگا غیب الغیب سے واقف نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات جیسا کہ
میں نے عرض کیا کاروبار میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ملیں گے ۔ آپ ﷺ
کو ازواج مطہرات یا ازدواجی زندگی کے معاملات رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں
ملیں گے ۔ رسول اللہ ﷺ نے کس طرح غزوات میں جنگیں کیسے سارے حالات آپ
کو تاریخ میں ملیں گے۔ لیکن تمام باتوں کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا رسول ﷺ ایک
ہی بات فرماتے ہیں کہ بندے کا اللہ سے تعلق قائم ہو۔ وما خلقة الجنة و الانس
الا لیعبدون ... کہ جنات اور انسان کی تخلیق اس لئے ہوئی ہے تاکہ بندے اپنے
خالق سے اپنے اللہ سے متعارف ہوجائے۔ اگر انسان دنیا کے کتنے بھی علوم سیکھ
لے ، کتنی بھی ترقی کرلے اگر اس کا رشتہ جو اس کی اصل ہے غیب سے نہیں
جڑے گا تو اس کی ساری ترقی ، اس کے سارے علوم اس کی نالج میں تو اضافہ
کرسکتے ہیں لیکن اس کی زندگی کو کبھی سکون فراہم نہیں کرسکتے۔ یہ جو
ہم حضور پاک ﷺ کی محفل سجاتے ہیں اس میں ہمارا منشاء یہی ہوتا ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے بالخصوص امت مسلمہ اور بالعموم پوری نوع انسانی کو اس
بات کا پیغام دیا ہے کہ تمہاری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنے پیدا کرنے والے
اللہ سے واقفیت حاصل کرو۔اگر اللہ سے واقفیت حاصل نہیں ہوگی تو تمہاری
زندگی کا مقصد پورا نہیں ہوا۔ یہی صورت حال آپ اگر غور فرمائیں جو انسان
کی اس دنیا میں ہے وہی حیوانات کی بھی ہے۔ حیوانات کے حواس بھی پانچ
ہیں۔ حیوانات کو بھوک بھی لگتی ہے۔ حیوانات کھانا بھی کھاتے ہیں، پانی بھی
پیتے ہیں ، حیوانات کے بچے بھی ہوتے ہیں ۔ حیوانات کی مائیں اپنے بچوں کو

دودھ بھی پلاتی ہیں ، حیوانات اپنے بچوں کو ٹریننگ بھی دیتے ہیں ، تعلیم بھی دیتے ہیں، تاکہ وہ اپنی روزی حاصل کرسکیں۔ یہی کام انسان بھی کرتا ہے۔ تو انسان اگر اپنے بچوں کو اچھی تربیت دیتا ہے ، انسان اگر اچھا کھانا کھاتا ہے ، اچھے گھر میں رہتا ہے تو یہ کام بھی حیوانات بھی کررہے ہیں۔ان تمام کاموں کرنے سے انسان کی حیوانات پر کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ انسان کی فضیلت اس بات میں ہے کہ جو کام حیوانات نہ کرسکیں جو علم دوسری تمام مخلوق میں سے کوئی مخلوق نہ سیکھ سکے انسان ان علوم کو سیکھے اور ان علوم کو حاصل کرے۔ یہ ایک غیب کا میں نے تھوڑا سا ایک نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے ۔ اب ہم انسان کی جو اصل ہے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مثلاً کوئی بھی انسان اس وقت تک انسان ہے جب تک اس کے اندر روح ہے۔ اگر انسان کے اندر سے روح نکل جائے تو انسان انسان نہیں رہتا ڈیڈ باڈی ہوجاتا ہے، لاش ہوجاتا ہے۔ کیوں بھئی اس بات سے آپ سب لوگ متفق ہیں؟ میں ابھی تقریر کررہا ہوں ایک دم میری روح نکل جائے میں مر جاؤں تو میں کیا بول سکتا ہوں؟ اسی صورت سے اگر کوئی بھی انسان وہ چل رہا ہے پھر رہا ہے اس کی روح نکل گئی وہ زندگی کا کون سا کام کرسکتا ہے؟ نہ وہ کھاسکتا ہے نہ وہ پی سکتا ہے نہ وہ چل سکتا ہے نہ وہ بیٹھ سکتا ہے نہ وہ اٹھ سکتا ہے۔ روح جو ہے ہمیں نظر نہیں آتی تو جو چیز نظر نہیں آتی وہ غیب ہے۔ تو انسان کی جو اصل ہے وہ اس کا مادی وجود ہے یا روح ہے؟ ذرا غور کریں انسان کی جو اصل ہے وہ اس کا مادی وجود ہے یا روح ہے ؟ اس کو پھر مثال کے طور پر سمجھ لیں۔ ایک آدمی ہے وہ مرگیا اس کی روح نکل گئی۔ لیکن مرے ہوئے آدمی کے کان بھی ہیں، ناک بھی ہے، آنکھ بھی ہے، ہاتھ بھی ہے، سب کچھ ہے۔ کیا اس مرے ہوئے آدمی کے اندر کوئی حرکت ہے؟ وہ چلتا ہے، پھرتا ہے، بات کرتا ہے، سنتا ہے؟ نہیں ہے۔ تو انسان کا جو یہ جسمانی وجود ہے جسے ہم مادی وجود کہتے ہیں یا فزیکل باڈی کہتے ہیں یہ انسان کی اصل نہیں ہے۔ اصل وہ ہے جو اس وجود کو چلاتی ہے، اس وجود کو پھراتی ہے، اس وجود میں حرکت پیدا کرتی ہے۔ اور جب ہم روح کا تذکرہ کرتے ہیں تو روح سے نہ ہم واقف ہیں ، نہ ہم روح کو دیکھتے ہیں تو پھر ہماری اصل کیا ہوئی؟ کیا ہوئی ہماری اصل؟ بھئی روح ہوئی یا جسم ہوا؟ زور سے بولیں۔ روح ہوئی ناں۔ تو روح کو ہم تو نہیں دیکھ رہے۔ نہ روحوں کو۔ تو ہماری اصل کیا ہوئی؟ ہمار ی اصل بھی غیب ہوئی۔ ہماری زندگی کا سارا دارومدار غیب کے اوپر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے
لاتسبوالدھر ان الدھر ھوا اللہ ... ماضی کو برا نہ کہو ماضی اللہ ہے۔
لاتسبوالدھر ان الدھر ھوا اللہ ...ماضی کو برا نہ کہو، زمانے کو برا نہ کہو زمانہ اللہ ہے۔ کوئی انسان جو اس دنیا میں موجود ہے اس نے وقت کی پیمائش کی تقسیم کی ہے۔ تین ٹکڑوں میں۔ وہ کہتا ہے ایک حال ہے، ایک ماضی ہے، ایک حال ہے ، ایک مستقبل ہے۔ لیکن بڑی عجیب بات ہے کہ آج کا دن حال ہے، اور جب یہ دن گزر گیا تو ماضی ہے۔ اور ماضی سے پہلے جو آنے والا دن ہے وہ

مستقبل ہے۔ آپ کی سمجھ میں آتی ہے بات؟ آج کا دن حال ہے۔ جب یہ دن
گزر گیا تو ماضی ہے۔ لیکن ابھی یہ دن نہیں گزرا دن آنے والا ہے تو مستقبل
ہے۔ یہاں حال، مستقبل روحانی نقطہ نظر سے کچھ نہیں ہے۔ یہاں سب ماضی
ہے۔ اور ماضی ... لاتسبوالدھر ان الدھر ھوا اللہ ...ماضی غیب کے علاوہ کچھ
نہیں ہے۔ اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ یہاں ماشاء اللہ ساٹھ سال کے
لوگ بھی ہیں ، چالیس سال کے بھی ہیں ، تیس سال کے بھی ہیں، کم بھی ہوں
گے ۔ ایک چالیس سال کا آدمی حال ہے، مستقبل ہے یا ماضی ہے؟ چالیس سال
کا آدمی حال ہے، ماضی ہے یا مستقبل ہے؟ ذرا مشکل ہے بات لیکن دماغ تھوڑا
سا آپ چلائیں گے تو بہت آپ کو اچھا لگے گابہت مزہ آئے گا۔ ایک آدمی بچہ پیدا
ہوا اب وہ بیس سال کا ہے۔ کیا اس پیدا ہونے والے بچے کوآپ اس کے بیس سال
حذف کرسکتے ہیں؟ بھلا سکتے ہیں؟ اس بچے کی بیس سالہ عمارت جو ہے وہ
پہلے دن کے پیدا ہونے والے بچے پر قائم ہے۔ تو اس کا مطلب یہ یہاں کوئی بھی
انسان ماضی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ چالیس سال کا جب آپ کہتے ہیں یہ بندہ
چالیس سال کا ہے تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ چالیس سال پہلے پیدا ہوا
تھا۔ ...... جو وقت گزر گیا۔ جب آپ کسی بیس سال کے بچے کا ذکر کرتے ہیں تو
آپ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ یہ بیس سال پہلے پیدا ہوا تھا۔ یعنی اس کی پیدائش
کو بیس سال گزر چکے ہیں، ماضی میں چلے گئے ہیں۔ تو یہاں جتنی بھی، دنیا
ہے زمین کبھی بنی ہوگی، اللہ نے اس کو بنائی ہوگی ، تو زمین آج تو نہیں بنی
ہوگی۔ زمین تو جب اللہ نے کن کہا جب بنی۔ کن کب کہا زمانہ گزر گئے ،
کروڑوں اربوں سال گزر گئے۔ اس وقت یہاں ماضی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔
ماضی کا مطلب غیب۔ یہ غیب کی دنیا سے جب تک کوئی انسان اپنا رشتہ نہیں
جوڑے گا اس وقت تک وہ نہ تو اللہ سے متعارف ہوگا نہ اللہ کے رسول ﷺ سے
متعارف ہوگا اور نہ ان کی جو تعلیمات ہیں وہ اس کی حرز جاں بنے گی۔
رسول اللہ ﷺ کی جو تعلیمات ہیں سب کا لب لباب یہ ہے کہ انسان کو اس دنیا
میں اس لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے پیدا کرنے والی ہستی اللہ سے واقفیت
حاصل کرے۔ اب ایک سوال یہ پید اہوتا ہے کہ صاحب اللہ سے واقفیت کیسے
حاصل ہوگی۔ اللہ تو غیب ہیں۔ غیب تو ہمیں نظر ہی نہیں آتا۔ اس کے لئے
ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ اپنی مادی زندگی کا اور مادی زندگی کو چلانے والی زندگی
کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ غور و فکر کرنا ہوگا۔ جب ہم غور و فکر کریں گے تو ہمارے
ذہن میں ایک بات آئے گی کہ زندگی کو چلانے والی شئے روح ہے۔ ...... علم
سکھایا یہ وہی علم ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں و علم آدم
الاسماء کلھا ... ثم عرضھم علی الملائکۃ فقال انبئونی باسماء ھئولا ان کنتم
صادقین ... قالوا سبحٰنک لعلمنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ... کہ ہم نے
آدم کو علم الاسماء سکھائے۔ فرشتوں سے ہم نے کہا اگر تم جانتے ہو اس علم
کے بارے میں تو بیان کرو اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے اعتراض کیا تھا کہ آدم فساد
برپا کرے گا۔ فرشتوں نے کہا ...قالوا سبحٰنک لعلمنا ... اے ہمارے پروردگار! آپ

پاک ذات ہیں ، ہم اس علم کو نہیں جانتے جو آپ نے آدم کو سکھا دیا ہے... الا
ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ... ہم تو اتنا ہی علم جانتے ہیں جتنا آپ نے
ہمیں سکھا دیا۔ انسانی فضیلت اس بات پر مخفی ہے اور صرف اس لئے ہے کہ
انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم سکھادئے ہیں جو علوم کائنات میں کسی
دوسری مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے نہیں سکھائے۔ اگر انسان ان علوم سے ناواقف
ہے تو پھر وہ حیوانات کی طرح ہے۔ حیوانات پر اس کو کوئی فضیلت نہیں ہے۔
اس لئے کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں وہی حیوانات بھی کررہے ہیں۔ آپ کو بھی
سردی لگتی ، بلّی کو بھی سردی لگتی ہے۔آپ کو بھی گرمی لگتی ہے بلی کو
بھی گرمی لگتی ہے۔ آپ بھی اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں بلی بھی اپنے بچوں
سے محبت کرتی ہے۔ ایک ماں بھی اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے بلی بھی اپنے بچوں
کو دودھ پلاتی ہے۔ بلی بھی اپنے بچوں کو شکار کرنا سکھاتی ہے آپ بھی اپنے
بچوں کو روٹی کھانا اور کپڑے پہننا سکھا دیتے ہیں۔ تو حشر کا جب معاملہ ہوگا
اگر انسان نے اپنی فضیلت کو حاصل نہیں کیا تو اس کا حشر حیوانات کے ساتھ
ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر انسان اپنے ظاہر کے ساتھ ساتھ اپنٰ باطن کو
تلاش کرے۔ اپنے باطنی وجود سے واقفیت حاصل کرے۔ باطنی وجود یعنی روح سے
واقفیت حاصل کرے۔ اب رہ گئی یہ بات کہ بندہ اللہ سے کیسے واقف ہوسکتا
ہے صاحب؟ اس میں ایک بڑی بات عجیب ہے میں سوچا کرتا ہوں کہ ہمارے
مسلمان بھائی سوچتے ہی نہیں ہیں کہ جی وہ کوئی اللہ کو دیکھ نہیں سکتا۔
بھئی کیوں نہیں اللہ کو دیکھ سکتے۔ یہ کہ حضرت موسیٰ اللہ کو نہیں دیکھ
سکے تھے۔ پہلی بات تو یہ ہے یہ کھلی سازش ہے یہودیوں کی کہ موسیٰ اللہ
کو نہیں دیکھ سکے تو بھئی ٹھیک ہے موسیٰ اگر اللہ کو نہیں دیکھ سکے تھے
فرض محال وہ تو کلیم اللہ تھے۔ اللہ کو دیکھ نہیں سکتے تھے اور کلیم اللہ
ہوگئے۔ کوہ طور کے اوپر جاتے تھے اللہ سے باتیں کرتے تھے۔ چلئے اگر ایک کسی
حد تک تسلیم کر لیا بھی جائے کہ حضرت موسیٰ اللہ کو نہیں دیکھ سکتے تھے تو
بھائی ہمارے نبی مکرم ﷺ نے تو اللہ کو دیکھا ہے۔معراج میں کیا ہوا ہے؟ فکان
قاب قوسین او ادنیٰ ...... ما کذب الفواد ما رایٰ ... ہمارے بندے کا اور ہمارے
درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا ، اس سے بھی قریب... او ادنیٰ... اس سے
بھی قریب ... فاوحی الیٰ عبدہ ما اوحیٰ...ہم نے اپنے بندے سے راز و نیاز کیا۔ ہم
نے اپنے بندے سے باتیں کیں۔ ما کذب الفؤاد ما رایٰ...ہمارے بندے نے خواب خیال
بات نہیں کی ہے۔ خواب نہیں دیکھا۔ کوئی خیالی بات نہیں ہے۔ دل نے جو دیکھا
جھوٹ نہیں دیکھا... ما کذب الفؤاد ما رایٰ۔ تو بھئی اگر موسیٰ اللہ کو نہیں
دیکھ سکے تو ہمارے نبی نے تو اللہ کو دیکھا ہے۔ تو جب ہمارے نبی ﷺ نے اللہ کو
دیکھا ہے ہم ان کی امت ہیں ہم اللہ کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ یہ بالکل الگ
بات ہے دیکھنے کی طرزیں الگ الگ ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اللہ کو
دیکھا ہے ، رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اللہ کے ساتھ راز و نیاز کیا ہے ، جو قربت
حاصل ہوئی وہ کسی پیغمبر کو نہیں ہوئی توہمیں کیا ہوگی۔ لیکن یہ بات

ہمیں ورثہ میں ملی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے اللہ کو دیکھا ہے۔ اللہ سے بات کی ہے، لہٰذا اس کی امت بھی اللہ کو دیکھ سکتیٰ اور قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے ... نحن اقرب الیہ من حبل الورید ... میں تمہاری رگ جاں سے زیادہ قریب ہوں تم مجھے دور سمجھ رہے ہو؟ جان سے زیادہ قریب ہونے کا کیا مطلب ہے؟ آپ اپنی جان کو محسوس کرتے ہیں؟ ہر آدمی کہتا ہے ہاں جی میں اپنی جان کو محسوس کرتا ہوں جبھی تو زندہ ہوں، جبھی تو چل رہا ہوں، جبھی تو پھر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نحن اقرب الیہ من حبل الورید ... میں تمہاری رگ جان سے اتنا قریب ہوں کہ اس فاصلے کو سینٹی میٹر کے لاکھویں حصے میں بھی تم بیان نہیں کرسکتے۔اقرب جہاں فاصلے ختم ہوجاتے ہیں، قریب فاصلہ ناپا جاسکتا ہے، اقرب فاصلہ نہیں ناپا جاسکتا۔ اقرب کا مطلب ہے فاصلہ ہے ہی نہیں۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ... اے میرے بندو! میں تم سے اتنا قریب ہوں کہ تم فاصلے کا تعین نہیں کرسکتے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ ہم سے ایک انچ قریب ہے۔ اللہ ہم سے آدھا انچ قریب ہے۔ اللہ ہم سے ایک سینٹی میٹر ... نہیں اقرب ! فاصلہ ہی نہیں ہے میرا تمہارا۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قرآن پاک میں کہ و فی انفسکم افلا تبصرون۔ میں تمہارے نفسوں میں ہوں ، میں تمہارے اندر بیٹھا ہوں تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں ہو؟ و فی انفسکم افلا تبصرون کیسے آدمی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا بھائی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میری سماعت سے سنتے ہو۔ میری بصارت سے دیکھتے ہو۔ میرے فواد سے سوچتے ہو۔ میں نے تمہیں وہ علم سکھا دیا جس علم کی بدولت مجھ سے قریب ہوسکتے ہو اور تم یہ بات معلوم کرسکتے ہو کہ تم میری نظر سے کیسے دیکھتے ہو۔ اب دیکھئے قرآن پاک میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کن ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کن ۔ کیا مطلب ہوا کن کا؟ ہوجا! کائنات بن جا! کون سی کائنات بن جا؟ جب کسی کو کہتے ہیں ہوجا تو دماغ میں تو آپ کے کچھ ہوگا کیا ہوجا۔ کائنات بن جا! اب کائنات بن جا کیا مطلب ؟ کائنات ایک مکمل دنیا ہے ۔ کائنات میں آسمان بھی ہے، کائنات میں زمین بھی ہے، کائنات میں بادل بھی ہیں، سمندر بھی ہیں، پانی بھی ہیں، زمین کے اندر معدنیات بھی ہیں، نباتات بھی ہیں، جمادات بھی ہیں، فرشتے بھی ہیں، حیوانات بھی ہیں، گلیکسیز بھی ہیں، کہکشانی نظام بھی ہیں، سورج ہیں، ستارے ہیں، چاند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کن کائنات بن جا!یعنی اللہ تعالیٰ کے ذہن میں کائنات کی تخلیق میں جتنی بھی مخلوق ہیں سب ہوجا! مظہر بن جا! ظاہر ہوجا! وجود میں آجا! کن ! فیکون۔ جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کن فیکون ... انما امرہ اذا ارادا شیاء یقول لہ کن فیکون ... اللہ کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے ... انما امرہ اذا اراد ... اللہ کا امر یہ ہے ... اذا اراد... جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کن ! اور جب اللہ کہتا ہے کن تو وہ جو ارادہ میں اللہ کے ہے وہ سب کا سب موجود ہوجاتا ہے کائنات بن جاتی ہے۔کائنات بن گئی، کن اللہ نے کہا فیکون ہوگیا ، ساری کائنات بن

گئی ۔ اس میں فرشتے بھی بن گئے ، آسمان بھی بن گئے ، انسان بھی بن گئے ، جنات بھی بن گئے ، سب کچھ بن گیا جو کچھ اس کائنات میں ہے۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ بھی بن گیا ، جو کچھ ہماری نظروں سے اوجھل ہے وہ بھی بن گیا ۔ جو آج ہے وہ بھی بن گیا ، جو کل تھا وہ بھی بن گیا ، جو آئندہ بنے گا وہ بھی بن گیا۔ سب بن گیا۔ کن فیکون۔ اب دوسری آیت... اس کو آپ بڑے ذرا توجہ سے سنیں۔ کائنات بن گئی۔ اب ہم انسان کا تذکرہ کریں گے۔ کائنات میں انسان جو ہے وہ سب سے بڑی مخلوق ہے۔ باقی مخلوقیں ساری ذیلی ہوگئیںجب اللہ تعالیٰ نے آدم کو علم الاسماء سکھادیا۔ اب اللہ تعالیٰ کہتے ہیں الست بربکم سیدھا ترجمہ میں تمہارا رب ہوں۔ روحیں موجود ہیںجیسے یہاں ہزاروں آدمی یہاں بیٹھے ہیں اس وقت وہاں اربوں کھربوں، سنکھوں روحیں موجود ہیں عالم ارواح میں لیکن ان روحوں میں ابھی حواس پیدا نہیں ہوئے۔ نہ ان کے اندر سماعت پیدا ہوئی۔ نہ ان کے اندر ابھی بصارت نے کام کیا۔ نہ ان کے اندر ابھی لمس پیدا ہوا۔ نہ ان کے اندر ابھی کوئی پہچاننے کی حس پیدا ہوئی۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمام روحوں کو مخاطب کرکے الست بربکم ... میں تمہارا رب ہوں۔ روحوں نے جب اللہ تعالیٰ کی آواز الست بربکم سنی تو آواز روحوں کے اندر جہاں بھی جاکر ٹکرائی وہیں کان بن گئے۔ یعنی پہلی دفعہ روحوں نے اگر کسی کی آواز سنی ہے تو اللہ کی آواز سنی۔ الست بربکم ۔ قاعدہ ہے جب آپ کسی کو آواز دیتے ہیں وہ آواز دینے والی کی طرف وہ آدمی متوجہ ہوتا ہے ، مڑ کے دیکھتا ہے۔ دیکھتا ہے نہیں دیکھتا ہے؟ میں کہتا ہوں بھائی صاحب! کہ یہ کس نے آواز دی؟ تو پہلے آواز سنی ۔ اللہ کی آواز پہلے آواز سن کے کان بنے۔ اب جب آواز سن کے روح اس آواز کی طرف متوجہ ہوئی کہ کس نے آواز دی جب متوجہ ہوئی تو وہاں دیکھا کہ اللہ میاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی نظر اللہ تعالیٰ کے اوپر ٹھہری انسان کے اندر بصارت پیدا ہوگئی۔ آنکھ بن گئی۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان نے انسان کی روح نے جو پہلی آواز سنی وہ اللہ کی آواز تھی۔انسان کی روح نے پہلی دفعہ آنکھ سے جو کچھ دیکھا وہ اللہ وحدہ لاشریک کی ذات تھی۔ جب اللہ نے یہ آواز دی کان بن گئے، آنکھیں وجود میں آگئیں، آنکھیں تو پہلے ہی بنی ہوئی تھیں آنکھوں میں روشنی آگئی، بصارت آگئی، آنکھوں نے اللہ کو دیکھا، اب دیکھنے کے بعد دو مرحلے آتے تھے اللہ کہتا میں تمہارا رب ہوں۔ اب دو مرحلے آتے تھے ایک اس ذات کو قبول کریں یا اس ذات کو رد کریں۔ جب روحوں نے اللہ کو دیکھا تو کچھ روحوں نے کہا ، قالوا بلیٰ ! قوت نطق پیدا ہوگئی۔ زبان بن گئی اندر۔ انسان کے اندر ایک حس پیدا ہوئی جو سن کے دیکھ کے کسی چیز کو رد کرے گی یا قبول کرے گی۔ جن روحوں نے قالوا بلیٰ کہا وہ ساری روحیں سعید ہوگئیں۔ اور جن روحوں نے شبہ کیا ، قالوا بلیٰ نہیں کہا وہ ساری روحیں شقی بن گئیں۔ آپ نے سنا ہوگا نہ دو روحیں ہوتی ہیں ایک سعید ہوتی ہے، ایک شقی ہوتی ہے۔ الحمد للہ ! آج کے اس بہت بڑے اجتماع میں جتنے بھی لوگ یہاں موجود ہیں میرا یقین ہے یہ سب سعید

روحیں ہیں۔ ان سب نے اللہ کو دیکھ کے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے۔ اگر ان
کی روحوں نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار نہ کیا ہوتا تو یہ چار گھنٹے تک یہاں نہیں
بیٹھ سکتے تھے۔ آپ سب لوگ قابل ستائش ہیں ، قابل مبارک باد ہیں ، آپ
رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں۔ آپ وہ روحیں ہیں جنہوں نے ازل میں اللہ کی آواز
سن کر اللہ کو دیکھ کر اللہ کی ربوبیت کا اقرار کر کے یہ کہا تھا، قالوا بلیٰ! جی
ہاں، آپ ہمارے رب ہیں! اللہ کی آواز سنی اب اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ اے میرے
بندوتم میری سماعت سے سنتے ہو۔ کیا مطلب ہوا؟ کہ تمہارے اندر ابھی
سماعت کام نہیں کررہی تھی میں نے تمہیں آواز دی اس سے تمہارے کان بنے۔
تم نے پہلی دفعہ میری آواز سنی ۔ اے میرے بندو! تم میری بصارت سے دیکھتے
ہو۔ کیا مطلب ہوا؟ کہ تمہاری نظر نے سب سے پہلے اگر کوئی چیز دیکھی ہے
تومجھے دیکھا ہے۔ میری دی ہوئی ، میری بخشی ہوئی نظر ہے۔ اور میرے بندو!
تم میرے نطق سے بولتے ہو۔ کیا مطلب ہوا؟ کہ تم نے سب سے پہلے جو کچھ بولا
وہ کیا تھا؟ قالوا بلیٰ! جی ہاں ، آپ ہمارے رب ہیں! اب اللہ تعالیٰ دوسری جگہ
قرآن پاک میں فرماتے ہیں ھوا لاول، ھوالآخر ، ھوا الظاہر، ھوالباطن، بندوں کی
ابتداء بھی اللہ ہے، بندوں کی انتہا بھی اللہ ہے ، بندوں کا ظاہر بھی اللہ ہے اور
بندوں کا باطن بھی اللہ ہے۔ وہ کس طرح ہوا بھائی؟ اگر ہم اپنی انسانی جسم
کا اور روح کا تجزیہ کریںتو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ روح، روح ہی سب
کچھ ہے، جسم تو ایک سواری ہے روح کی یا لباس ہے۔ جسم تو کچھ نہیں ہے
اگر جسم کے اندر سے روح نکل جائے تو جسم تو ایک ڈیڈ باڈی ہے۔ مرے ہوئے
جسم کو آپ آگ لگادیں کچھ بھی نہیں کرے گا۔ زندہ جسم کے سوئی چبھا دو وہ
آپ پہ غصہ ہوجائے گا لڑے گا تم نے مجھے سوئی کیوں چبھوئی۔ تو یہ جو انسان
ہے یہ روح ہے۔ اب روح اللہ کو دیکھ چکی ہے ۔ روح اللہ کی آواز سن چکی
ہے۔ روح اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرچکی ہے۔ اب اللہ ظاہر ہے۔ اگر روح نہ
ہو روح کی ساری یہ جو کیا کہتے ہیں پرت ہے ، روپ ہے، یہ نہ ہو کچھ بھی
نہیں ہوگا۔ باطن وہ بھی روح ہے۔ ابتدائ، وہ بھی روح ہے۔ انتہا، وہ بھی روح
ہے۔ تو اب انسان اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ وہ اللہ کی صفات کا ایک
مکمل مجموعہ ہے۔ یہ بات آپ لوگوں کے سمجھ میں آگئی؟ میں مختصر کرتا
ہوں بہت دیر ہوگئی ہے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ یہ تو سب کچھ ہوگیا ہماری
سمجھ میں بھی آگیا کہ یہ جسم جو ہے یہ تو عارضی ہے۔ ساٹھ سال، ستّر
سال، اسّی سال، بالآخر یہ مر جائے گا اس کو سارے عزیز رشتے دار قبر میں جاکے
ڈال آئیںگے۔ وہاں کیا حشر ہوگا وہ سب کو پتہ ہے۔ اب اللہ کی جو قربت ہے
وہ ہمیں کیسے حاصل ہو؟ یہ بات آپ کی سمجھ میں آگئی کہ ازل میں روح اللہ
کو دیکھ چکی ہے۔ ازل میں روح اللہ کی آواز سن چکی ہے۔ ازل میں روح اللہ
کی ربوبیت کا اقرار کر چکی ہے۔ کیوں بھائی سمجھ میں آگئی؟ ذرا بولو تو سہی
۔ تو اب آپ کو اگر اللہ کو دیکھنا ہے تو آپ کو کیا کرنا ہوگا؟ اپنی اصل سے ،
اپنی روح سے واقف ہوجاؤ۔جب تم اپنی اصل اپنی روح سے واقف ہوجاؤ گے تو

روح تو اللہ کو دیکھ چکی ہے، اللہ کی آواز سن چکی ہے ، اللہ کا اقرار کرچکی
ہے، آپ اللہ کو دیکھ لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں ، میں نے جو
بطور خاص با ت دیکھی ہے ، غور کیا ہے الحمد للہ مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق
عطا فرمائی میں نے سیرت کے اوپر تین کتابیں لکھی ہیں اس میں اللہ کی توفیق
کے ساتھ ، مجھے پڑھنے کا بہت موقع ملا سیرت ۔ میں نے ایک بات دیکھی سیرت
کے اندرکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی ساری کی ساری کئیر آف اللہ ہے۔ ان کا
اٹھنا، ان کا بیٹھنا ، ان کا سونا، ان کا جاگنا، ان کی شادی، ان کے بچے ، سب میں
اگر آپ دیکھیں گے اس میں پہلے اللہ ہے بعد میں عمل ۔ رسول اللہ ﷺ کئیر آف
اللہ سوچتے ہیں۔ اور ان کی تعلیمات کا نچوڑ ہی یہ ہے کہ ان کی امت یہ بات
اچھی طرح سمجھ لے کہ آپ کی ابتدائ، آپ کی انتہا ، آپ کا ظاہر، آپ کا
باطن ، آپ کے کان، آپ کی آنکھ، آپ کا نطق، آپ کا چھونا ، سب کچھ اللہ کی
طرف سے ہے ، اللہ نے آپ کو منتقل کیا ہے ودیعت کیا ہے۔ اب روح کا سراغ
کیسے ملے بھائی؟ یہ تو بات سمجھ میں آگئی ۔ روح کا سراغ ہمیں اس طرح ملے
گا سب سے پہلے تو ہمیں اس بات کا یقین کرنا ہوگا کہ ہمارا جو مادی وجود ہے
یہ عارضی ہے، فکشن ہے، فنا ہونے والا ہے۔ کل نفس ذائقة الموت۔ جو بھی
نفس یہاں پیدا ہوا اس کو مرنا ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ کون سی چیز
ہے جب ہمارے اندر سے وہ نکل جاتی ہے ، ہم مرجاتے ہیں۔ اور جب تک وہ چیز
ہمارے اندر رہتی ہے ہم زندہ رہتے ہیں۔ ایک ہی آپ کو جواب ملے گا ، ہر
آدمی ماں باپ ، بہن بھائی، دادی نانی، دوست احباب، کسی سے سوال کریں کہ
یار یہ آدمی مر کیوں جاتا ہے بھئی؟ وہ ایک ہی بات کہے گا بھئی روح نکل جاتی
ہے۔ ارے بھئی یہاں آدمی جب پیدا ہوتا ہے کس طرح ہوجاتا ہے کہ بھئی اس کے
اندر روح آجاتی ہے۔ اب بچے کے اندر سے روح نکل جائے بچہ مرجاتا ہے۔ ماں کے
پیٹ میں روح نہ آئے بچہ ضائع ہوجاتا ہے۔ تو پہلے ہمیں اس بات کو تلاش کرنا
ہے کہ ہماری روح کیا ہے۔ اور وہ تلاش کس لئے ہونی، کس طرح ہونی کہ آپ
اس پر غور و فکر کریں۔ ایک آدمی چل رہا ہے ، چلتے چلتے مرگیا، کیا ہوا جی؟
کہنے کو تو یہ ہارٹ اٹیک ہوگیا ۔ وہ ہارٹ اٹیک تو بعد کی بات ہے روح نکل گئی
اس کی۔ اس لئے مرگیا ہارٹ اٹیک سے نہیں مرتا آدمی۔ پانچ پانچ، چھ چھ ہارٹ
اٹیک ہوجاتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوتا آدمی بچ جاتا ہے۔ اور چلتے چلتے گرتا ہے
مرجاتا ہے۔ رات کو سوتا ہے صبح کو بچے جاکے اٹھاتے ہیں ابا کو تو ابا ہوتے ہی
نہیں رات کو ہی سدھار گئے۔ جسم موجود رہتا ہے ، آدمی مرجاتا ہے۔ اس
آدمی کو مرا ہوا کیوں کہتے ہیں؟ اس لئے مرا ہوا کہتے ہیں کہ اس کے اندر سے
حرکت ختم ہوگئی۔ اب وہ چل نہیں سکتا، پھر نہیں سکتا، احتجاج نہیں
کرسکتا۔ کھا نہیں سکتا۔ آپ مردے جسم ہو کوئی اس کے منہ میں پانی ڈالیں،
سارا پانی باہر آجائے گا۔ حلق کے اندر نہیں جائے گا۔ تو پہلے تو یہ تلاش کرنا ہے
کہ ہماری جو چلت پھرت ہے ، ہمارا جو یہ سوچنا ہے ، چاہے وہ غمگین ہونا
ہے، چاہے وہ خوش ہونا ہے ، چاہے وہ رونا ہے ، چاہے وہ ہنسنا ہے ، چاہے وہ

بیٹھنا ہے چاہے وہ دوڑنا ہے یہ کب ہے؟ آپ کو یہی جواب ملے گا جب تک جسم کے اندر روح ہے۔ روح نکل جائے گی بس آدمی مرگیا۔ اب حرکت ہی ختم ہوگئی اس کی۔ اس یقین کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا روح کہاں ہے۔ تو سیدھا سا جواب یہ ہے کہ روح جسم کے اندر ہے۔ وہ روح جہاں بھی ہو لیکن کہنے میں یہی بات آتی ہے کہ روح جسم کے اندر ہے۔ جبھی تو کہتے رہتے ہیں کہ روح نکل گئی۔ اب ہمیں یہ کرنا ہے کہ ہمیں دیکھنے کی عادت ہے جسم سے باہر۔ اب ہمیں یہ پریکٹس کرنی پڑے گی کہ ہم جسم کے اندر دیکھیں۔ تلاش کریں آنکھیں بند کرکے کہ بھئی ہماری روح کہاں ہے۔ ہماری روح کہا ں ہے۔ روح کہاں ہے۔ یہ روح کو ڈھونڈنا جو ہے اس کو اولیاء اللہ مراقبہ کہتے ہیں۔ یعنی اگر آپ اپنی زندگی میں پندرہ بیس منٹ سونے سے پہلے یا بیدار ہونے سے پہلے بیس منٹ اس بات کے لئے وقف کردیں کہ مجھے اپنے اندر ڈھونڈنا ہے کہ میری روح کہاں ہے۔ روح کہاں ہے۔ روح کہاں ہے۔ اب روح خود منتظر ہے اس بات کی کہ آپ اس سے واقف ہوجائیں۔ اگر کوئی بندہ اپنی روح سے واقف نہیں ہوتا تو روح بے قرار ہوتی ہے ، پریشان ہوتی ہے، اداس ہوجاتی ہے ۔ روح کی وہ اداسی جوہے وہی غم ہے، وہی خوف ہے، وہی ٹینشن ہے، وہی اسٹریس ہے، وہی بلڈپریشر ہے، وہی کینسر ہے۔ اس لئے یہ جسم جو ہے یہ جسم روح کے لئے ایک پردہ ہے۔ ہر روح اپنے پردے سے باہر آکر ہر انسان سے یہ چاہتی ہے کہ انسان اس کو پہچانے۔ اور جب کوئی انسان اس کو پہچان لیتا ہے تو اس کے اوپر سے غم پریشانی ، خوف یہ سب ختم ہوجاتا ہے ۔ اور روح چونکہ اللہ کو دیکھ چکی ہے ازل میں تو روح سے واقف بندہ چونکہ اللہ کو دیکھ لیتا ہے اس لئے اللہ کا دوست بن جاتا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے الا ان اولیا اللہ لا خوف علیہم ولہم یحزنون ... کہ اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے اور نہ غم ہوتا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں اگر ہمارے اندر سے غم اور خوف نکل جائے توخوشی کے علاوہ کیا چیز باقی رہ جاتی ہے؟ محفل میلاد النبی ﷺ کی اس تقریب سعید میں آپ حضرات تشریف لائے ۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے بہت اچھے اچھے اشعار سنے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کو مکالمہ کی صورت میں آپ نے غور سے سنا۔ انشاء اللہ سبق بھی ضرور ہم سب کو حاصل ہوگا اس کا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں بنیادی علم یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اللہ کو پہچانے۔ اور اللہ کو پہچاننے کا ذریعہ روح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آپ سب حضرات نے جس خلوص نیت سے ، جس جذبہ سے ، شوق سے ، رسول اللہ ﷺ کی محبت اور عشق سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کو سنا ، رسول اللہ ﷺ کی باتیں گوش گزار فرمائیں انشاء اللہ اس کا یہاں اور وہاں آپ کو اجر عطا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جہاں اللہ کے نام کی محفل سجتی ہے ، جہاں ذکر رسول ﷺ ہوتا ہے ، جہاں ذکر الٰہی ہوتا ہے، وہاں لاکھوں فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور وہ ان سب حاضرین کے

لئے دعا کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ان کے
اسوۂ حسنہ کو سن کر اس پر عمل کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ آپ سب
حضرات کو بہت مبارک ہو کہ آپ کے لئے فرشتوں نے دعائیں کیںاور یہ بھی ہے۔
کہ جہاں اس قسم کی محافل ہوتی ہیں ، رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں
اولیاء اللہ کی ارواح طیبہ بھی تشریف لاتی ہیں۔ آج کا یہ اجلاس بہت سعید ہے۔
کہ ہمیں فرشتوں کی ہم نشینی ملی ، پتہ نہیں ہر آدمی کے بیچ میں دو فرشتے
ہیں، دس فرشتے ہیں، بیس فرشتے ہیں، پتہ نہیں کتنے اولیاء اللہ کی ارواحیں
یہاں موجود ہیں۔ ان کی برکتوں سے ، ان کی رحمتوں سے ، ان کی دعاؤں سے
اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم سچے پکے مسلمان بنیں اور زندگی کا
مقصد کہ زندگی کا مقصد اللہ کو پہچاننا ہے۔ اس کو پورا کرنے کی کوشش
کریں۔ آپ سب حضرات کا بہت بہت شکریہ ۔ آپ سب کا اللہ حافظ و ناصر
ہو ۔ ★★★★★